چاندنی اور شبنم کے قطرے

Dewdrops and moonlight

Amir saqlain

اہم کردار

علی (ماہی گیر)

اکبر (علی کا چچا)

فیصل (سیاح)

احمد (بڑھئی)

نورا (مشیر)

عبدالرحمن (بادشاہ مصر)

محمود (پائلٹ)

عاقب (حکیم)

ریحان (ڈاکو)

اسلم (قاضی)

مینا (تائی)

عثمان (جنگلی قبیلہ کا سردار)

عامر اور ملائکہ

نیلم اور کنول (جڑواں بہنیں)

یہ کہانی شروع ہوتی ہے ہمارے سینئر ڈاکو ریحان صاحب سے جو فیصل سے ملتے ہیں اور اس سے چوری کے بارے میں پوچھتے ہیں۔۔

فیصل: تو آپ وہی ہیں جنھوں نے 25 کروڑ روپے بنک سے چرائے ہیں؟

ریحان: جی ہاں۔

فیصل: کیسے آپ نے یہ عظیم کارنامہ سر انجام دیا؟

ریحان (منہ لٹکاتے ہوئے) بتانا تھوڑا مشکل ہے کیوں کہ مجھے کچھ خاص یاد نہیں ہے۔۔

فیصل: چلو جو کچھ یاد ہے وہ بتادو۔

ریحان: دراصل میں اس رات بنک کی چھت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، میں نے رسی کو پھینکا اور وہ جاکر کسی اینٹ سے اٹک گئی، میں نے سمجھا کہ رسی دیوار کے کسی حصے سے اٹک گئی ہے اور میں نے اوپر کی جانب بس پانچ فٹ ہی کیے تھے کہ آسمان سے ایک اینٹ زمین کی طرف میرے سر کا پیار سے بوسہ لیتے ہوئے اک پیار کی نشانی کے ساتھ نیچے آئی اور نہ جانے اس وقت کتا وہاں عین اسی جگہ کیسے آیا جہاں میں گرنے والا تھا اور جیسے ہی میں کتے کی پیٹھ پر گرا تو اس نے مارے درد کے ایک دردناک چیخ نکالی جس سے خوفزدہ ہو کر اک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہتھیار بند شریف لوگ، اپنا بیگ چھوڑ کر، ورلڈ چیمپئن ریس کی طرح 12 میٹر فی سیکنڈ کی رفتار وہاں سے فرار ہو گئے اور کچھ خاکی سیاہ وردی پہنے لوگ ان کا پیچھا کرنے لگے، تب وہ بیگ اٹھا کر گھر لے آیا اور گھر آکر ٹی وی پر خبر سنی کے بنک سے 25 کروڑ چوری ہو گئے ہیں۔۔ تب میں نے بیگ کھولا اور دیکھا کہ اس میں پانچ پانچ ہزار کے نوٹ ہیں۔۔ جب میں نے انھیں گننا شروع کیا تو چھ گھنٹے تک گنتا ہی رہا اور بالآخر وہ پورے 25 کروڑ پورے ہوئے۔۔

میں تو بنک سے 25 ہزار چرانے گیا تھا مگر خدا جسے بھی دیتا ہے چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔۔

فیصل: آپ کی کہانی سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر فیصل اگلے شہر کی طرف روانہ ہوتا ہے۔۔

رستے میں اک بڑے ہوٹل سے کھانا کھاتا ہے جس کے بعد ہاتھ سے زیادہ پاؤں کے استعمال کو دل کرتا ہے۔۔

اس سفر کے بعد فیصل اک علی نامی بچے سے ملتا ہے جسے مچھلیاں پکڑنے کا بہت شوق ہے۔۔ کیا علی اک ماہی گیر ہے؟ چلو علی سے ہی پوچھتے ہیں

فیصل: علی تم اک دن میں کتنی مچھلیاں پکڑ لیتے ہو؟

علی: 200_250 تو یوں ہی پکڑ لیتا ہوں۔

فیصل: اتنی زیادہ.

علی: مطلب اتنے اتنے گرام کی مچھلیاں۔۔

دنیا کی گنیز بک میں میرا نام لکھا جانا چاہیئے۔۔

(وہ اس وقت بھی اک مچھلی کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے مگر نہ جانے کیوں اک مینڈک اس کے منہ کو سلامی دیتے ہوئے دریا میں چلا جاتا ہے)

علی (شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے) بس یہ آج ہی ہوا ہے ۔

(فیصل اس بالٹی میں دیکھتا ہے جہاں مچھلیاں رکھی جاتی ہیں اور اس میں بھی دوینڈک میوزک بجا رہے ہوتے ہیں اور اپنے الفاظ کی میلوڈی سے کچھ سنا بھی رہے ہوتے ہیں)

فیصل : کیا تم واقعی ہی مچھلیاں پکڑتے ہو؟

(اتنے میں اکبر آجاتا ہے)

اکبر : (فیصل سے) کیا حال ہے ؟

فیصل : میں ٹھیک ہوں

اکبر : کیسے آنا ہوا؟

فیصل : میں اک سیاح ہوں اور مختلف لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرکے کتاب لکھ رہا ہوں، میں نے علی ماہی گیر کا بہت نام سنا تھا اس لیے ملنے آیا۔۔

اکبر (ہنستے ہوئے) علی ماہی گیر، یہ علی نہیں ہے، بلکہ وہ علی احمد ہے، یہ تو 2 ہفتے پہلے میرے پاس آیا تھا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی مچھلیاں پکڑنا سکھا دیں مجھے اس کا بہت شوق ہے ۔۔

پہلے دن تو اس نے کنڈی پھینکی تو بجائے مچھلی کے اس کی پینٹ میں ہی اٹک گئی اور جب اس نے زور سے کھینچا تو اس کی پینٹ ہی اتر گئی، مگر شکر ہے کہ نیچے کچھ پہنا تھا جس سے عزت بچ گئی ورنہ مچھلیاں اسے دیکھ کر شرمانے لگتی۔۔

فیصل : تم سے مل کر اچھا لگا علی اور فیصل دوسرے علی کے پاس نہیں گیا۔۔

اس کے بعد فیصل کا اگلا روٹ کشمیر کا ہوتا ہے، وادی کشمیر جس کو اس دنیا کی جنت بھی کہا جاتا ہے۔۔ ویسے لوگوں کے لیے کشمیر جو بھی ہو مگر فیصل کے لیے۔۔ خیر۔۔۔ فیصل کو کشمیر پہنچ کر اک لڑکی (نیلم) نظر آتی ہے جو بہت خوبصورت ہوتی ہے جسے دیکھتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے، وہ لکڑیاں لیے جا رہی ہوتی ہے، ادھر فیصل اسے ملنے کا منصوبہ بنا رہا ہوتا ہے کہ کس طرح بات کی جائے، فیصل وہاں پر کھڑے کتوں کو جان بوجھ کر ڈھیلے مارتا ہے جس کی وجہ سے وہ کتے اس کے پیچھے بھونکتے ہوئے دوڑتے ہیں اور فیصل دوڑتے ہوئے اس لڑکی سے ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے مگر سامنے کھڑے اک لمبے درخت کو ناک کی سلامی پیش کرتے ہوئے اس کے گلے جا ملتا، ایسا لگتا ہے کہ جیسے فیصل نے نہیں بلکہ درخت نے اسے گلے لگایا ہوا ہے، اس حالت کو دیکھ کر تو کتوں کو بھی اس پر ترس آجائے، نیلم تو پھر نیلم تھی، بڑی مہربان اور باحیا۔۔

فیصل بے ہوشی کی حالت میں درخت کے قدموں میں تشریف فرما ہوتا ہے۔۔

نیلم لکڑیاں رکھ دیتی ہے اور اسے ہوش میں لاتی ہے اور پوچھتی ہے : کیا تم ٹھیک ہو؟

فیصل : ہاں میں ٹھیک ہوں ۔ ۔

اس کے بعد (بلاوجہ ہی) اپنے بارے میں بتانا شروع کر دیا ہے کہ میں اک سیاح ہوں اور سامنے والے ہوٹل میں رہتا ہوں (حالانکہ ابھی ہوٹل میں کمرہ بھی نہیں لیا ہوتا) اور وہ بھی بس دل بہلانے کے لیے بول دیتی ہے کہ سامنے والے گھر میں رہتی ہوں ۔ ۔

فیصل : ٹھیک ہوں ۔ ۔

اس کے بعد نیلم لکڑیاں اٹھاتی ہے اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جاتی ہے اور فیصل جب ہوٹل میں جا کر کرایہ پوچھتا ہے تو سب سے مہنگا ہوٹل وہی ہوتا ہے ، یہ امر مجبوری ادا کرنا پڑتا ہے ۔

رات کو فیصل کا دل نہیں لگتا تو وہ نیلم سے ملنے اس کے گھر کی طرف چلا جاتا ہے ، وہ جسے نیلم سمجھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے وہ حقیقت میں کنول ہوتی ہے ، نیلم جس قدر مہربان یہ اسی قدر سخت اور لڑاکا ، یہ تو آ بیل مجھے مار والی ہے اس وجہ سے پورے علاقے میں کوئی ان کے گھر بھی نہیں جاتا حتیٰ کہ کوئی کام بھی ہو، پچھلی بار اک عورت گئی تھی اور نہ جانے کس بات پر جھگڑا ہو گیا اور باہر رت ہی آئی ، اور وہ بار بار کوشش کریں کرتے ہوئے باہر آئی ہوگی ، جیسے ہی فیصل نے وہاں پہنچ کر اسے hi کہا تو اس کے بعد انگریزی کی ہائے اردو کی ہائے ہائے میں بدل گئی ۔ ۔

فیصل کے اس جگہ پر حملہ ہوا کہ بتا بھی نہیں سکتا اور کچھ پیار بھرے انگلیوں کے نشانات چہرے پر بھی پائے گئے ، فیصل نے رات کو ہی گاڑی پکڑی اور سیدھا سندھ اک حکیم کے پاس آیا ۔ ۔

حکیم عاقب صاحب بہت مشہور حکیم ہیں ، موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ان کے پاس موجود ہے ۔ ۔ حکیم صاحب اس بات کی گارنٹی دیتے ہیں کہ اگر موت واقع نہ ہوئی تو یہ بیماری پوری زندگی دوبارہ واپس نہیں آئے گی ، اور ان کی یہ بات سچ بھی ہے ۔ ۔ اگر کوئی کھانسی کا مریض ان کے پاس آئے تو جب تک کھانسی ٹی بی میں بدل کر موت واقع نہ ہو تب تک علاج جاری رہتا ہے ۔ ۔ اگر کسی کو بخار ہو تو وہ اس کا بھی آٹھ ماہ کا کورس کرتے ہیں ۔ ۔ اتنے میں بخار تو کیا بخار کا باپ بھی اتر جائے ، اس کے ساتھ حکیم صاحب مولوی بھی ہیں اور ان کے آنے سے پہلے گاؤں میں بیشتر بزرگ پائے جاتے تھے مگر ٹھیک دس سال کی محنت کے بعد اب وہ بزرگ قبرستان میں پائے جاتے ہیں ، جب یہ آئے تھے قبرستان دس ایکڑ کا تھا جو ان کے توسل سے اب پچیس ایکڑ کا ہو گیا ہے اور ان کا گاؤں پورے پاکستان میں مشہور ہے ، وہاں کے لوگوں کو اب بیماری نہیں لگتی کیوں کہ حکیم صاحب نے ان کا قوت مدافعت اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ وائرس جیسی موذی چیز بھی ویسے ہی وہاں پر حملہ کرنے سے شرماتی ہے ۔ ۔ ان کے گاؤں کے نام 00.1/ای بی ہے ۔ ۔ حیرانی والی بات نہیں ہے کیونکہ ابھی گاؤں بہت چھوٹا ہے اور حکیم صاحب کے آنے کے بعد اتنی آبادی بھی نہیں بڑھی مگر امید ہے کہ ان کے جانے کے کوئی پچاس سال بعد یہ ایک ای بی بن جائے گا ۔ ۔

فیصل کا علاج اس حکیم صاحب کے پاس شروع، انھوں نے اک مرہم فیصل کو لگائی جس کا نام پتہ نہیں مگر اس میں سے کینچوے جیسی بو آتی تھی۔۔

اس کے ساتھ حکیم صاحب کے پاس اک چرخا تھا، روئی کے لیے نہیں، بلکہ پٹی کرنے کے لیے۔۔اک طرف پٹی چرخے میں تو دوسری طرف پاؤں میں۔۔یہ تجربہ بھی صرف ان کے پاس ہی موجود تھا اور اس معاملے میں انگلش ڈاکٹروں کو ان کی شاگردی اختیار کرنی چاہیے۔۔

خیر فیصل کو جب مرہم پٹی کی جاتی تو ہمسائے جاگتے رہتے، کیوں کہ اتنی خوف ناک چیخیں تو مردوں کو بھی نہ سونے دیں اور چوروں کی کیا مجال کہ اس گاؤں میں آئیں۔۔بہرحال دو ماہ کے کورس کے بعد فیصل ٹھیک ہو گیا اور حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا۔۔جب وہاں سے روانہ ہونے لگا تو انھوں نے کہا کہ محمود سے ملتے جانا

فیصل: محمود کون ہے؟

انھوں نے بتایا کہ وہ ایک پائلٹ ہے۔۔(اس کے بعد فیصل، محمود سے ملتا ہے)

فیصل: السلام علیکم

محمود: و علیکم السلام

فیصل: تم پائلٹ کیسے بنے؟

محمود: جیسے بھی بنا، تمھیں کیا تکلیف ہے؟

فیصل: یار میں تو ویسے ہی جاننا چاہتا تھا۔۔

محمود: مجھے تو لگتا ہے کہ تم جاسوس ہو

فیصل: نہیں یار، مجھے حکیم صاحب نے تمھارے بارے میں بتایا ہے اور میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم پائلٹ کیسے بنے اور یہاں کیسے آئے؟

محمود: جب میں 20 سال کا تھا تب میں نے پائلٹ کے لیے اپلائی کیا، باقی ٹیلنٹ تو مجھ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا (ڈنڈے، ڈھیلوں سے)، جذبہ حب الوطنی سے میں سرشار تھا، بس ایک ہی پرابلم تھی.

فیصل: کیسی پرابلم؟

محمود: کبھی کبھی مال دیکھ کر دل ڈگمگا جاتا تھا، ویسے تو اونچائی دیکھ کر بھی ڈگمگاتا ہے مگر مال تو پھر مال ہے۔۔

فیصل: پھر کیا ہوا؟

محمود: میں نے پائلٹ بننے کے لیے بہت سارے ٹیسٹ پاس کیے۔۔

فیصل : بہت سارے سے مطلب ؟

محمود : مطلب فزیکل ٹیسٹ ، جیسے ہی ڈاکٹر میری صرف بڑھا تو میں نے احتیاط سے پانچ ہزار کا نوٹ ان کی جیب میں پہنچا دیا جس کے بعد انھوں نے اپنے گلے کو تھوڑا سا کھنکارا اور کہا کہ میں تو بالکل فزیکلی فٹ ہوں ۔ ۔ اور ہر طرح سے اس کے لیے تیار ہوں ۔ ۔

جب سوال پوچھے گئے تو میرے دوست نے میری بہت مدد کی ، مراد ، نگران کی آنکھ سے غائب اور جناب کے پرچے پر حاضر ۔ ۔

فیصل : پھر؟

محمود : پھر کیا ، اس کے بعد مجھے اک پائلٹ کے ساتھ بٹھایا گیا اور سمجھایا گیا کہ اس کی پیروی کرنی ہے ، میں نے کہا ، جی سر ! پھر میں جہاز میں بیٹھا اور ٹریننگ شروع اور تین سال کی ٹریننگ اور تین عظیم سفارشات سے میں منتخب ہوگیا ۔ ۔

فیصل : پھر تمھیں نکالا کیوں گیا ؟

محمود : حب الوطنی کی وجہ سے ۔ ۔

فیصل : مطلب ؟

محمود : مجھے اک مشن پر بھیجا گیا ، انڈیا اور پاکستان کے بارڈر پر ، میرے ساتھ بیس سپاہی تھے ، ہم نے بارڈر پر بہت ساری گائے دیکھی جو بنا مالک کے پھر رہی تھی ۔ ۔ تقریباً ایک سو گائے تھی ۔ ۔ میں نے سوچا کہ میرا گاؤں تو پہلے ہی بہت غریب ہے ، اگر یہ سو گائے وہاں لے جاؤں تو وہ بہت خوش ہوں گے ۔ ۔

میں نے اپنے ساتھ باقی ساتھیوں کو بھی رضامند کرلیا ۔ ۔

ہم گائے لے کر وہاں سے فرار ہونے لگے کہ فائرنگ شروع ہوگئی ، اس لیے ہم وہاں سے جلدی فرار ہونے لگے تاکہ گائے ہاتھ سے نہ نکل جائیں ۔ ۔ میں وہ گائے گاؤں لایا اور ان میں تقسیم کی جس سے یہ بہت خوش ہوئے ، تایا خوشی نے تائی مینا کے ساتھ اظہار خوشی کیا ۔ ۔

فیصل : پھر

محمود : پھر انڈین میڈیا نے ہمارے خلاف غداری کی ۔ ۔

فیصل : کیسی ؟

محمود : میڈیا پر خبر آئی کہ کل پاکستانی سپاہی بارڈر سے دم دبا کر بھاگ گئے ، حالانکہ ہم تو گائے لائے تھے پاکستان کے لیے مگر اس حب الوطنی کی سزا یہ ملی کہ گورنمنٹ نے مجھے نوکری سے نکال دیا ، بہر حال گاؤں والے مجھ پر خوش ہیں کیوں کہ گائے بہت صحت مند اور دودھ دینے والی ہیں ۔ ۔

فیصل : (آنکھوں میں آنسو لیے) آپ کی داستان تو لیلی مجنوں سے بھی زیادہ غم بھری ہے ۔ ۔

محمود : تم کیا کرتے ہو ؟

فیصل : میں اک سیاح ہوں اور ادیب بھی ۔ ۔

محمود : کون کون سے علاقوں کی سیر کی ہے ؟

فیصل : ٹھٹھی ، چھوٹی شفیع ، ماہی والا کھوہ ، گیدڑ والی پلی ، شیر والی کھائی ، مینڈک والا تالاب ، آرائیاں والا ڈیرہ ، پاکپتن کی سبز منڈی ، کشمیر ، سیالکوٹ ، سلیم کوٹ ، وغیرہ

محمود : ماشاءاللہ، آپ نے تو بہت مشہور اور سرسبز علاقوں کی سیر کی ہے۔۔
اور کتنی کتابیں لکھی ہیں؟
فیصل : یہ پہلی ہی ہے۔۔
محمود : تم مصر میں عبدالرحمن کے پاس چلے جاؤ
فیصل : وہ کوئی تمھارا رشتے دار ہے؟
محمود : نہیں، نہیں، بلکہ وہ ایک ادیب ہے اور ادب کا دلدادہ ہے اگر اسے تمھاری کتاب پسند آئی تو وہ اسے شائع کرے گا اور تم پوری دنیا میں مشہور ہو جاؤ گے۔۔
فیصل : وہ ملے گا کہاں؟
محمود : جس سے مرضی پوچھ لینا، وہ فرعون ہے۔۔
فیصل : (مجھے فرعون سے بہت ڈر لگتا ہے)
محمود : مصر کے بادشاہ کو فرعون کہتے ہیں۔ گھبرانے والی بات نہیں ہے۔۔
فیصل : او کے۔۔
(فیصل اک جہاز کرایے پر لیتا ہے اور کسی دوسرے پائلٹ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے مگر محمود شہد کی مکھی کی طرح اس سے چمٹ جاتا ہے اور بہ امر مجبوری اسے ہی لے جانا پڑتا ہے۔۔
اور وہاں پر پہنچ کر اک آدمی سے ملتا ہے جس کا نام فیض ہوتا ہے اور یہ ان کا گائڈ (رہنما) ہوتا ہے)
فیصل : (فیض سے) یہ فرعون کس مزاج کا بندہ ہے؟
فیض : اصول پسند، مزاحیہ، مزاج ہے۔۔
فیصل : کچھ وضاحت کرو گے؟
فیض : میں اک مثال سے سمجھاتا ہوں۔۔ اک دفعہ عبدالرحمان نے اک شخص کو کھجوریں لانے کے لیے کہا، اور وہ کھجوریں لے آیا، جن میں سے صرف اک کھجور کھٹی نکلی، جس پر انھیں طیش آ گیا۔۔
فیصل : پھر کیا ہوا؟
فیض : اس کے بعد سے لے کر آج تک اس شخص کو ہر دن 20 کھٹے لیموں کھانا پڑتے ہیں۔۔
فیصل : (ہنستے ہوئے) کیا بات ہے!
فیض : میری بات سنو، اگر تمھاری کتاب اسے پسند آ گئی تو تمھاری لاٹری لگ جائے گی اور اگر پسند نہ آئی تو ساری زندگی بیٹھ کر کتاب لکھنا پڑے گی جب تک اسے پسند نہ آئی۔۔
محمود : تم گھبراؤ نہیں، اسے تمھاری کتاب ضرور پسند آئے گی۔۔
(پھر وہ فرعون کے دربار میں پہنچتے ہیں اور بادشاہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں)
فرعون : کیسے آنا ہوا؟
فیصل : بادشاہ سلامت، میں اک ادیب ہوں اور آپ کو اپنی کتاب دکھانے لایا ہوں۔۔
فرعون : تم کیا کیا لکھ سکتے ہو؟
فیصل : سب کچھ..
فرعون : میرا مطلب، کس کس چیز پر مضمون لکھ سکتے ہو؟
فیصل : میں جھیل، پہاڑ، دریا، صحرا، جنگل وغیرہ پر لکھ سکتا ہوں۔۔

فرعون : (کافی دیر سوچنے کے بعد)
ٹھیک ہے تم آج یہیں رہو، کل تمھیں بتائیں گے ۔ ۔
فیصل : جی حضور!
(اس کے بعد وہ شام کو کھانا کھاتے ہیں، پھر محل کی سیر، پھر، سوجاتے ہیں اور اگلے دن دربار لگتا ہے اور بادشاہ اپنے مسند پر بیٹھتا ہے اور فیصل سے مخاطب ہوتا ہے)
توہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تم پہاڑ پر مضمون لکھوگے ۔ ۔
(اس کے بعد وہ فیصل اور محمود کو چند سپاہیوں کے ساتھ روانہ کرتا ہے، سپاہی اسے اک پہاڑ پر لے جاتے ہیں) اور وہاں جاکر پوچھتے ہیں کہ تم کو مضمون لکھنے کے لیے کیا چاہیے ؟
فیصل : اک قلم اور کاپی ۔ ۔
اور ہمیں پہاڑ پر کیوں لائیں ہیں ؟
سپاہی : تاکہ تم پہاڑ پر مضمون لکھ سکو مگر ہم سوچ رہے ہیں کہ تم نے قلم اور کاپی کا کیا کرنا ہے ؟
تب جاکر فیصل کی سمجھ میں آیا کہ پہاڑ پر مضمون لکھنے سے کیا مراد ہے ، اب اس کو قسمت کہیں یا بیوقوفی لیکن فیصل کے دل میں تھا
کہا کچھ،، سنا کچھ،،،، سمجھا کچھ،،، ہوا کچھ ۔ ۔
فیصل : (کا چہرہ اک خوفزدہ گائے جیسا ہوگیا)
پھر زبان کو تھوڑی سی حرکت دیتے ہوئے کہا کہ اک ہتھوڑا لے آؤ اور مشین جو پہاڑ کھود سکے ۔
سپاہی : مضمون کب تک لکھا جائے گا ؟
فیصل : زندگی رہی تو کوئی پچاس سال میں مکمل ہو ہی جائے گا ، باقی جیسے خدا کو منظور ۔
اب فیصل کو احساس ہوا کہ سیاح ہونا ادیب ہونے سے کتنا بہتر ہے ۔ ۔
(خیر اک ہفتہ تک وہاں ٹھک ٹھک جاری رہی اور سپاہیوں کو بھی پتہ چل گیا کہ یہ مضمون مکمل نہیں ہونے والا تو انھوں نے فیصل اور اس کے دوست کو بھگانے کا منصوبہ بنایا)

اور انھوں نے فیصل اور محمود سے کہا کہ تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ۔

فیصل : اگر فرعون کو علم ہوا کہ تم لوگوں نے ہمیں بھگایا ہے تو ہو سکتا ہے تمھیں سزا دے ۔

سپاہی (ہنستے ہوئے) اسے کل کی بات آج یاد نہیں رہتی ، ہم اسے کہہ دیں گے کہ پاکستان سیر کے لیے آپ نے بھیجا تھا اور آج واپس آئیں ہیں ۔ ۔

فیصل : اور وہ کھجوروں والا واقعہ ؟

سپاہی : وہ تو ہم نے اپنی طرف سے ہی بنایا ہوا ہے تاکہ لوگ بادشاہ کو زیادہ پریشان نہ کریں ۔ ۔

(پھر وہ دونوں سپاہیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے فرار ہو جاتے ہیں ، اور جہاز پکڑ کر واپس ، محمود اپنے گاؤں اور فیصل اک دوسرے گاؤں ، فیصل جہاں پہنچتا ہے وہاں پر پنچایت ہو رہی ہوتی ہے ۔ ۔ احمد کے بچوں پر الزام ہوتا ہے کہ انھوں نے تائی ینا کی بکری چرائی ہے)

ماجھا ، چھیلا ، دیمو (احمد کے بچے) ؛ جی ہم نے تو کچھ نہیں چرایا ۔ ۔

اسلم (قاضی) : تم یہ کیسے ثابت کرو گے کہ تم نے بکری نہیں چرائی ؟

بچے : جی آپ بکری سے ہی پوچھ لیں ، ہم نے اسے چرایا ہے یا نہیں ؟

نورا (اسلم کے کان میں) : میرے خیال میں بچوں کی بات میں وزن ہے ۔ ۔

اسلم : ہاں مجھے بھی لگتا ہے ۔ ۔

بچے اب سب کے سامنے اس بکری سے پوچھیں گے کہ اُنھوں نے اسے چرایا ہے یا نہیں ۔ ۔

نورا : یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ینا نے اپنی بکری کو رات بھر سکھایا ہو کہ ان بچوں کا نام لینا ۔ ۔

اسلم : تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ بکری کو انھوں نے چرایا ہے یا نہیں ۔ ۔

احمد : میرے بچوں نے کبھی چوری نہیں کی ۔ ۔

اسلم : یہ معاملہ پچیدہ ہے اس لیے پنچایت آٹھ دن کی مہلت مانگتی ہے ۔ اس کا فیصلہ اگلی جمعرات کو ہو گا ۔

فیصل : احمد کے پاس جاتا ہے (جو کہ ایک بڑھئی ہے)

فیصل : کیا آپ ایک کارپینٹر ہیں ؟

احمد : میں نے تو کبھی سائیکل بھی پینٹ نہیں کی ، کار تو دور کی بات ہے ۔ ۔

(احمد پھر ہنسنے لگتا ہے)

فیصل : میرا مطلب آپ لکڑی کا کام کرتے ہیں

احمد : میرا خیال تھا کہ آپ کو سب کچھ دکھائی دیتا ہے ۔ ۔

فیصل : وہ تو ہے ، تو آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے بچوں نے چوری نہیں کی ۔

احمد : سو فیصد ، انھوں نے چوری نہیں کی ۔ ۔

فیصل : آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں ؟

احمد : انھوں نے کھیت سے کبھی گنا چوری نہیں کیا ، بکری تو بہت بڑی چیز ہے ۔ ۔

فیصل (بچوں سے)

توبچو کیا ہوا تھا؟

بچے : دراصل ہم رات کو کام سے گھر واپس آ رہے تھے اور ہمیں بکری کی آواز سنائی دی ، بکری خود ہی رسی کھول کر رات کی سیر کو نکلی تھی ، ہم نے اسے پکڑا اور تائی کے گھر باندھنے گئے تو تائی ینا نے ہمیں دیکھ لیا اور وہ سمجھی کہ ہم چوری کر رہے ہیں ، تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا چور چور۔۔

اور ہم وہاں سے یہ شور سن کر بھاگ گئے۔۔

بچے : ہمارے پاس اک منصوبہ ہے۔۔

فیصل : کیسا؟

بچے : ہم اپنی اک بھینس تائی کے گھر کے قریب چپکے سے چھوڑ آئیں گے اور جب وہ اسے دیکھ کر ہمارے گھر باندھنے آئے گی تو ہم بھی شور مچانا شروع کر دیں گے ، اس طرح وہ پھنس جائے گی اور ہم اس الزام سے بری۔۔

فیصل : کیا خوب منصوبہ بنایا ہے۔۔

(وہ رات کو بھینس تائی ینا کے گھر پر چھوڑ کر بھاگنے ہی لگتے ہیں کہ کتے ان کے پیچھے بھونکتے ہوئے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں اور اتنے میں تائی ینا بھینس کو دیکھ کر اسے پکڑتی ہے اور ابھی تائی کے ہاتھ میں بھینس کا رسہ ہی آتا ہے کہ گاؤں والے وہاں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اگلے دن تائی ینا کو پنچایت میں بلایا جاتا ہے۔۔

تمام گاؤں والے کہتے ہیں کہ انھوں نے تائی ینا کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔۔

اسلم : تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟

نورا : بھلا صفائی کا چوری سے کیا تعلق ؟

اسلم : اف ، اوہ! میرا مطلب ہے کہ تم نے جو چوری کی ہے ، یہ کیوں کی ہے ؟ اس کے بارے میں کیا کہنا چاہتی ہو؟

ینا : میں نے چوری نہیں کی۔۔

نورا : یہ تو ماجھی نے بھی کہا تھا۔

ینا : میں تو بھینس ان کے گھر پہچانا چاہتی تھی اور مجھے نہیں پتہ کہ یہ وہاں کیسے پہنچی ؟

نورا : تمام چور بھینس ، بکریوں کو ان کے گھر ہی پہچانے کی بات کیوں کرتے ہیں ؟

بچے : جی تائی صحیح کہہ رہی ہے ، اور پھر وہ سب کچھ بتاتے ہیں اور بکری کے بارے میں بھی تب جا کر تائی کو سمجھ آتی ہے اور پھر ان کی صلح ہو جاتی ہے۔۔

پھر فیصل اسلم سے اگلے گاؤں کا رستہ پوچھتا ہے۔۔

اسلم : یہاں سے شمال کی جانب 2 کلومیٹر سڑک جاتی ہے پھر وہاں سے 50 کلومیٹر دور مشرق کی طرف جانا ہے اور وہاں اگلا گاؤں ہے۔۔

فیصل : جی حضور!

پھر وہ وہاں سے بتائے ہوئے رستے پر سفر کرتا ہے اور جہاں پر سڑک ختم ہوتی ہے وہاں پر جنگل شروع ہوتا ہے اور اک وہی رستہ اگلے گاؤں کی طرف جاتا ہے ۔ ۔ وہ دل میں سوچتا ہے کہ جان بچی تو لاکھوں پائے لوٹ کے بدھو گھر کو آئے ۔ ۔

پھر وہ اسی رستے پر چل دیتا ہے اور ابھی دس کلومیٹر ہی طے کرتا ہے کہ اسے اک شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دیتی ہے اور وہ اک درخت پر چڑھ جاتا ہے ، لیکن

آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا ، مطلب اوپر بندر رہوتے ہیں ۔ ۔ خیر

بندر ، شیر سے زیادہ برے نہیں ہوتے ، بس وہ فیصل سے کچھ ضرورت سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور پیار کی نشانیاں اس کے چہرے پر چھوڑتے ہیں اور اتنے میں شیر وہاں سے چلا جاتا ہے اور فیصل ان بندروں سے پیچھا چھڑاتے ہوئے نیچے اتر آتا ہے اور وہاں سے بھاگنا شروع کر دیتا ہے اور بھاگتے بھاگتے اک بندے (عثمان) سے جا ملتا ہے

وہ جنگلی قبیلے کا سردار ہوتا ہے اور وہ اسے اپنے قبیلے میں لے جاتا ہے ، وہ بہت مہمان نواز ہوتا ہے مگر تب تک جب تک فیصل نے اگلے گاؤں کے بارے میں نہیں پوچھا تھا :

جیسے ہی اگلے گاؤں کا ذکر کیا تو عثمان نے اسے باندھ دیا ۔ ۔

اب اس میں فیصل کی قسمت خراب سمجھو ، یا بیوقوفی ، کیوں کہ اسے پتہ نہیں تھا کہ عثمان کو اگلے گاؤں کے سردار سے کیا دشمنی ہے ، لیکن فیصل کی خوب پٹائی ہوجاتی ہے ، خیر وہ رات کو وہاں سے کسی بھی طریقے سے رسی کھول کر بھاگ نکلتا ہے اور بھاگتے بھاگتے اگلے گاؤں تک پہنچ جاتا ہے ،

وہاں کے سردار کا نام عامر تھا اور ملائکہ اس کی زوجہ تھی ۔ ۔

وہ بہت بڑا زمیندار تھا تقریباً ایک ہزار ایکڑ رقبہ اس کا تھا اور بہت مہربان تھا ۔ ۔

فیصل ، اس سے ملا ، اس نے کافی آؤ بھگت کی ، کھانا کھلایا ، کمرہ دیا ۔ ۔

پھر فیصل نے بتایا کہ میں اک ادیب اور سیاح ہوں اور جس چیز کے بارے میں علم ہوتا جاتا ہے اسے لکھتا جاتا ہوں ۔ ۔

عامر : کوئی کام ہو تو بلا جھجک بتاؤ

فیصل : دراصل میری کتاب کہیں گم ہوگئی ہے اور مجھے قلم اور کاپی چاہیے تاکہ میں لکھ سکوں ۔ ۔

ہاں ، ضرور ، مگر ابھی تم تھک گئے ہوگے تھوڑا آرام کرلو ۔ ۔ کل لکھ لینا

(فیصل کے دل میں آیا کہ عثمان کے بارے میں پوچھوں لیکن پھر سوچا کہ کہیں یہاں سے بھی چھترول نہ ہو اور بھاگنے کا رستہ بھی نہیں ہے اس لیے نہ پوچھنا کی بہتر سمجھا ، پھر وہ جاکر سوگیا اور اگلے دن ناشتہ کیا اور اتنے میں کاپی قلم اسے دے دیا گیا اور پھر وہ لکھنے بیٹھ گیا ، اور پھر ، چھ گھنٹے تک لکھتا ہی رہا ، جو کچھ ہوا تھا سب لکھ لیا ، اور دن کے تقریباً 2 بجے گھر سے باہر گاؤں کی سیر کرنے نکلا ، اور اس نے دیکھا کہ اس گاؤں میں گلاب کے پھول اور گندم بہت زیادہ ہے اور باقی فصلیں بہت کم !

فیصل نے اک کسان سے پوچھا کہ یہاں پر یہ دو (گندم اور گلاب) زیادہ کیوں ہیں ؟
کسان : دراصل آج سے کچھ ماہ پہلے عامر صاحب گھر پر ٹی وی لایا اور رات کو ان کی زوجہ (ملائکہ) نے خبر سنی کہ کچھ لوگ چاند پر ہو کر آئے ہیں مگر وہاں پر پانی نہ ہونے کی وجہ سے زندگی ممکن نہیں۔۔

فیصل : پھر ؟

کسان : پھر کیا، پھر مالکن نے ضد کی کہ اسے بھی چاند پر جانا ہے اور صاحب سے اس کی فرمائش کر دی۔۔

فیصل : پھر کیا ہوا؟

کسان۔ مالکن نے چاند پر پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے یہاں پر بہت ساری ٹربائن لگوائی اور پھر یہاں پر گلاب کے پھول لگوائے تا کہ وہ چاند پر پھولوں کو سجائیں تا کہ دنیا کو گلاب کے پھول چاند پر بھی دکھائی دیں اور انھیں پتہ چلے کہ وہ وہاں پر گئی ہیں اور شبنم (dewdrop) جو ان پر گرتی ہے انھیں اکٹھا کریں اور پانی ضائع نہ کریں اور گندم کو وہاں پر لے جانے کے لیے کاشت کیا ہے۔۔

(پہلے تو فیصل نے مذاق سمجھا مگر اگلے دن جب وہ صبح کو کھیتوں کی طرف روانہ ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تمام لوگ برتن لیے گلاب کے پھولوں سے پانی اکٹھا کیے جا رہے ہیں اور ٹربائن سے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر گھر لے جاتے ہیں اور باقی پانی کو اک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔۔

یہ دیکھ کر اس کا سر چکرا جاتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ اک آدھ بیوقوف ہو تو سمجھانا آسان اور اگر پورا گاؤں ہی ایسا ہو تو سمجھانا ناممکن!اور پھر وہ اک مہمان تھا، کچھ کہتا تو چھترول کا ڈر!

خیر اس نے ہمت کر کے عامر سے کہا :

یہ آپ کیا کر رہے ہیں ؟

عامر : چاند پر جانے کا بندوبست

فیصل : دیکھیے، چاند یہاں سے کئی ہزار کلومیٹر دور ہے اور آپ وہاں پر نہیں پہنچ سکتے

عامر : ہم جہاز پر جائیں گے۔۔

فیصل کو سمجھ آ گیا کہ اس کو سمجھانا اس طرح ناممکن ہے اور پھر وہ دوسری طرف کی گفتگو شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کے پاس تو جہاز بھی نہیں ہے۔۔

عامر : ہم کرایہ پر لے لیں گے

فیصل : چلو مان لیتے ہیں مگر ہمارے پاس تو اتنا پٹرول بھی نہیں ہے ۔ ۔

عامر : ہم دوسرے علاقے سے منگوالیں گے

آخر ہم سب سے بڑے زیندار ہیں ۔ ۔ (یہ بات ہوئے وہ اک ڈیری فارم سے گزرتے ہیں اور وہاں پر گوالا انہیں سلام کرتا ہے.جس کا دونوں وعلیکم السلام میں جواب دیتے ہیں ۔ ۔)

اور پھر گوالا کہتا ہے کہ صاحب ساری گائے بھینس (جو تقریباً 200 سے زیادہ تھیں) تیار ہیں)

فیصل : اس کا کیا مطلب ہے ؟ ۔

عامر : جب ہم چاند پر جائیں گے تو ہمیں دودھ کی ضرورت بھی تو ہوگی ۔ اس لیے ہم انھیں بھی ساتھ ہی لے جائیں گے ۔ ۔

فیصل کو اب سمجھ آتا ہے کہ مذید گفتگو کی تو وہ خود پاگل ہو جائے گا اس کے بعد وہ عامر سے اجازت لے کر محل میں واپس آجاتا ہے اور اس معاملے پر شام تک سوچتا رہتا اور بالآخر اس کے ذہن میں اک ترکیب آتی ہے ۔ ۔

فیصل اگلے دن عامر سے ملتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ ہم چاند پر کبھی نہیں پہنچ سکتے ۔ ۔

عامر : کیوں نہیں پہنچ سکتے ؟

فیصل : کیوں کہ چاند تو صرف رات کو دکھائی دیتا ہے اور اور دن کے وقت ہم رستہ بھٹک جائیں گے

عامر (ہنستے ہوئے) ہم چاندنی (moonlight) میں سفر کریں گے اور دن کے وقت اپنا جہاز روک لیا کریں گے ۔ ۔

پھر فیصل نے بات بدلتے ہوئے کہا کہ ٹھیک ہے

مگر جب آپ چاند پر جائیں گے تو جو یہ زمین آپ کی ہے اس پر ساتھ والے قبیلے کا سردار (عثمان) قبضہ کر لے گا اور اسی نے یہ جھوٹی خبر (چاند پر جانے والی) ٹی وی پر دلوائی ہے اور جو علاقہ دکھایا گیا ہے وہ چاند نہیں بلکہ کسی دوسرے ملک کا پہاڑی سلسلہ ہے ۔ ۔

وہ تو چاہتا ہے کہ آپ یہ جگہ چھوڑ دو ۔ ۔

عامر کو سن کر بہت غصہ آیا

عامر : اچھا تو یہ بات ہے ، تب تو ہم ہرگز چاند پر نہیں جائیں گے ۔ ۔

فیصل (دل میں مسکراتے ہوئے ، شکر ہے یہ ترکیب تو کام کر گئی)

عامر : مگر ہم ملائکہ (میری زوجہ) کو کیسے سمجھائیں گے ؟

فیصل : اس کے لیے ہمیں ترکیب بنانا ہوگی ، کیا آپ مالکن کے رشتے داروں کو جانتے ہیں ؟

عامر : ہاں

فیصل : وہ کون ہیں اور کہاں پر ہیں ؟

عامر : وہی عثمان ، وہ اس کے والد ہیں اور ہم نے بھاگ کر شادی کی ۔ ۔

فیصل : پھر تو اس کے بارے میں سوچنا بھی حرام ہے مگر اک طریقہ ہے ، پر آپ کو کسی طرح ملائکہ کو اس پر منانا ہوگا

عامر : ٹھیک ہے

فیصل : آپ مالکن کو یہ بات کہیں کے اس کا باپ اس کے والد اس سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور ہم انھیں جنگل میں لے جائیں گے اور اک آدھ کسان کو شیر کا لباس پہنا کر پہلے سے وہاں چھوڑ دیں گے ، مالکن کو جنگل میں لے کر خود تھوڑا دور ہوں گے کہ ہمارا نقلی شیر اسے ڈرائے گا اور وہ ڈر کے بھاگے گی تو اتنے میں عثمان وہاں پر آجائے گا ۔ ۔

عامر : ٹھیک ہے مگر دھیان رکھنا اسے چوٹ نہ آئے اس کے بعد عامر ملائکہ کے پاس جاتا ہے اور اسے راضی کرلیتا ہے ۔ ۔

چناچہ ان کی ترکیب کام کرجاتی ہے اور ملائکہ بالآخر عثمان کو مل جاتی ہے اور اس وقت ملائکہ کو تھوڑی چوٹ بھی لگی ہوتی ہے جسے دیکھ کر عثمان کا دل موم ہوتا ہے اور پھر وہ اسے گھر لے جاتا ہے اور پھر ملائکہ کچھ اس طرح سے بات کرتی ہے کہ وہ اور اس کا شوہر آپ سے معافی مانگنے آئے ہیں اور اس طرح سے باپ بیٹی کا پیار دوبارہ پہلے جیسا ہوجاتا ہے ۔ ۔

اور ملائکہ پھر عامر سے کہتی ہے کہ اسے اب چاند پر نہیں جانا بلکہ اپنے ابو کے ساتھ ہی رہنا ہے اور یہ معاملہ بھی حل ہوجاتا ہے اور ملائکہ عامر کو اس بات پر بھی رضا مند کرلیتی ہے کہ وہ عثمان سے معافی مانگے اور کافی دیر بحث و مباحثہ اور گلے شکوے ہونے کے بعد بالآخر وہ دونوں بھی دوست بن جاتے ہیں ۔ ۔

ان کا معاملہ تو حل ہوگیا لیکن فیصل کی زندگی میں ابھی اک اور بہت بڑا twist ہے

اور وہ کیا ؟

اس پر ہم پھر بات کریں گے

(اختتام)